پیغام سیرت

سنت ـ ضرورت واہمیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد

بعثت انبیاء کی ضرورت:

تمام کائنات کا خالق اللہ تعالیٰ ہے ،اوروہی تمام مخلوقات کا پالنے والا ہے، اسی نے جنوں اورانسانوں کواپنی کسی ضرورت اورغرض کیلئے نہیں بلکہ ان کے اپنے نفع کے لئے عبادت کی ادائیگی کی صلاحیت اوراستعداد کے ساتھ پیدا کیا،تاکہ وہ اس کے معبود برحق ہونے کا اقرار کریں اوراسے پہچانیں۔چنانچہ ارشاد ہے۔

اور میں نے جنوں اورانسانوں کوعبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے۔(۱)

اس لئے انسان کو اللہ کے سوا کسی اور کے آگے نہیں جھکنا چاہئے ۔ یہی اس کا طرہ امتیاز اوروظیفہ حیات ہے کہ وہ صرف اللہ کا بندہ بن کراس کے احکام کے تحت اسی کی رضا اورخوشنودی میں اپنی زندگی گزارے، اسی کا نام عبادت ہے، جوشخص یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام بجالائے گا اور کسی کواس کا شریک نہ ٹھہرائے گا تو قیامت کے روز اللہ اس کو پوری پوری جزا عنایت فرمائے گا ،اور جوشخص نافرمانی کرے گااوراس کے ساتھ کسی اورکوشریک کرے گا تواس کو بدترین سزا ملے گی۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ اسلام کو پیدا فرمایا۔انہی کے ذریعے نسل انسانی پھیلی ،ابتدا میں سب لوگ ایک ہی عقیدے اورایک ہی خیال کے حامل تھے۔جیسے ارشاد ہے۔

(ابتدا میں) سب لوگ ایک ہی گروہ تھے ۔ پھر (جب ان میں اختلاف ہواتو)
اللہ نے نبی بھیجے جوخوشخبری دیتے اورڈراتے تھےاوران کے ساتھ سچی کتاب بھی

۱۔الذریت:۵۶

نازل کی تاکہ اللہ اختلافی باتوں میں لوگوں کے درمیان فیصلہ کردے۔(۲)

پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان میں اختلاف پیدا ہونے لگا، اور کچھ عرصے کے بعد ان کے عقائد بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوگئے اور یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوگیا کہ کون حق پر ہے اور کس کے عقائد باطل ہیں۔ اس اختلاف کو دور کرنے اور اپنی ہدایت کو عام کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے ایک گروہ کو منتخب فرما کر ان کی تربیت خود فرمائی اور پھر ان کو انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا۔ یہ منتخب گروہ انبیاء علیہم السلام کا ہے۔ ان میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ اسلام مبعوث ہوئے اور سب سے آخر میں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء پر اپنی کتابیں اور بعض پر صحیفے اور بعض پر کتابیں اور صحیفے دونوں نازل فرمائے۔ کوئی قوم کوئی زمانہ اور کوئی جگہ نبیوں اور ان کے جانشینوں سے خالی نہیں رہی، جیسے ارشاد ہے۔

ہر امت کیلئے ایک رسول ہوا ہے، پس جب ان کا رسول ان کے پاس آچکا تو
اس کے بعد انصاف کے ساتھ ان کا فیصلہ کیا گیا اور ان پر ظلم نہیں کیا گیا۔(۳)

اگر تنہا قرآن مجید یا کوئی دوسری آسمانی کتاب ہدایت ورہنمائی کے لئے کافی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کو تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجنے کی ضرورت نہ ہوتی، بلکہ جب بھی ضرورت ہوتی تو کوئی آسمانی کتاب نازل کردی جاتی۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ انبیاء کی تعداد کے مقابلے میں کتابوں اور صحیفوں کی تعداد بہت ہی کم ہے، یعنی ۱۰۴ یا ۳۱۴ وغیرہ۔ اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ اصل ضرورت واہمیت نبی کی ہے، کتاب ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے پیغمبر اور ان کی تعلیمات کو کتاب سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ خود قرآن مجید نے بھی متعدد مقامات پر نبی کریم ﷺ کی سنت، آپ کے فیصلوں، آپ کی ہدایات اور آپ کی طرف سے بیان کردہ قرآن کریم کی تفسیر وتوضیح پر عمل کرنے کو لازمی قرار دیا ہے (تفصیل آگے آئے گی) اور آپ نے نافرمانی پر آخرت میں دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے۔

نبوت رسالت:

یہ کوئی فن یا ہنر نہیں جس کو کسب واکتساب اور اپنی محنت وصلاحیت سے حاصل کیا جا سکے، بلکہ یہ منصب محض عطائے ربانی کے نتیجے میں حاصل ہوتا ہے۔ آدمی اپنی ریاضت، عمل صالح، ذکر وتسبیحات

۲۔البقرہ:۲۱۳ ۳۔یونس:۴۷

اور عبادات میں کمال پیدا کر کے ولی تو بن سکتا ہے، مگر نبی نہیں بن سکتا۔ نبی تو وہی ہو گا جس کو اللہ تعالیٰ منصب نبوت ورسالت عطا فرمائے۔قران کریم میں ارشاد ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کس کو عطا فرمائے۔(۴)

جس طرح دیگر انبیاء اپنے اپنے زمانے اپنی اپنی قوم اور اپنے اپنے علاقے کے لوگوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے احکام خداوندی لے کر آتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی تائید وحمایت اور وحی سے نوازا، اسی طرح سب سے آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر آئے۔آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی تائید وحمایت اور وحی سے نوازا۔ جسے ارشاد ہے

بلاشبہ ہم نے آپ کی طرح اسی طرح وحی کی جس طرح نوح اور ان کے بعد
آنے والے نبیوں کی طرف کی۔(۵)

سابقہ انبیاء میں ہر ایک ایک خاص زمانے اور ایک خاص قوم کے لئے مبعوث ہوا تھا۔مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت قیامت تک ہر قوم اور ہر زمانے کے لوگوں کیلئے ہے۔آپ خاتم الانبیا ہیں وحی ورسالت کا مقدس سلسلہ آپ پر ختم ہو گیا۔اب قیامت تک نہ کوئی نبی اور رسول آئے گا اور نہ کسی انسان پر وحی نازل ہو گی۔اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے، کیونکہ آپ ﷺ کو جو کتاب عطا کی گئی ہے، وہ تمام سابقہ کتب کی ناسخ اور احکامات الٰہیہ کی جامع ومکمل کتاب ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، تاکہ آپ کی شریعت قیامت تک بلا کسی تحریف وتغیر باقی رہے۔

وحی

لغت میں وحی کے معنی ہیں۔دوسرے کو پوشیدہ طور پر کچھ بتانا۔جلدی سے کوئی اشارہ کر دینا۔ دل میں کوئی بات ڈالنا۔الہام کرنا عمل میں جلدی کرنا وغیرہ۔ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ لفظ اصل میں تفہیم یعنی سمجھانے کے معنی میں آتا ہے۔ پھر یہ تفہیم جس طرح بھی ہو خواہ کلام کے ذریعے ہو یا کتابت یا اشارے وغیرہ سے ہو سب وحی ہے(۶) علامہ راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ وحی کے معنی ہیں جلدی سے اشارہ کر دینا، خواہ یہ اشارہ رمز وکنائے سے کیا جائے یا کسی بے معنی آواز سے، اور خواہ کسی عضو کے اشارے سے ہو یا کسی تحریر سے(۷)

۴۔انعام:۱۲۴ ۵۔النساء:۱۶۳ ۶۔ابن حجر العسقلانی/ فتح الباری/ قدیمی کتب خانہ کراچی/ ج۱،ص۱۱

۷۔راغب اصفہانی/ المفردات/ مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۹۶۱ء/ص ۵۱۵

فطری وحی: وحی کی یہ وہ قسم ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کی فطرت میں ایک بات ڈال دیتا ہے اور وہ مخلوق اسی کے مطابق عمل کرتی ہے جیسے شہد کی مکھی الہام الٰہی سے چھتہ بنا کر اس میں شہد جمع کرتی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

> اور آپ کے رب نے (فطری) وحی کے ذریعے شہد کی مکھی کو بتا دیا کہ تو پہاڑوں میں اپنے لئے چھتہ بنا اور درختوں میں بھی اور لوگ جو عمارتیں بنائیں ان میں بھی۔(۸)

ایجادی وحی: جب کوئی شخص کسی چیز کی ایجاد کی طرف متوجہ ہوتا اور اس کے لئے جدوجہد کرتا ہے تو اس کے خدوخال اور شکل وصورت اس کے ذہن میں ڈال دی جاتی ہے۔ اس طرح وہ چیز وجود میں آ جاتی ہے، مثلاً جس شخص نے سب پہلے ہوائی جہاز بنانا چاہا تھا تو اس کے ذہن میں یہ خیال کسی پرندے کو ہوا میں اڑتا ہوا دیکھ کر پیدا ہوا۔ پھر اس نے اپنے تخیل کے مطابق کام شروع کیا اور بار بار تجربے کئے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہوائی جہاز کا مکمل نقشہ اس کے ذہین میں ڈال دیا۔ یہی وہ وحی اور الہام ہے جو عام انسانوں کو ہوتا ہے۔ خواہ وہ مومن ہوں یا غیر مومن جیسے ارشاد ہے۔

> مومن وغیر مومن جب کوشش کرتے ہیں تو ہم ان کو مدد دیتے ہیں اور آپ کے رب کی بخشش کسی پر بند نہیں۔ (۹)

عرفانی وحی: وحی کی یہ قسم اولیا کے ساتھ خاص ہے جب کوئی ولی اتباع شریعت اور ریاضت و مجاہدے سے تزکیہ وتصفیہ قلب حاصل کر لیتا ہے۔ تو الہام کے ذریعے اس پر خاص علم کی راہیں کھل جاتی ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

> جو لوگ ہماری اطاعت اور ہمارے دین میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان پر ہدایت کی خاص راہیں کھول دیتے ہیں (۱۰)

لغوی وحی کی مذکورہ بالا تینوں قسمیں غیر انبیاء میں پائی جاتی ہیں خواہ وہ حیوان ہوں یا انسان

شرعی وحی: اس کا اطلاق صرف انبیاء پر ہوتا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بالواسطہ یعنی فرشتے کے ذریعے یا بلاواسطہ یعنی براہ راست خواب یا بیداری میں الفاظ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی ہدایت نبی کی ذات میں منتقل ہو جاتی ہے۔ اسی کو شرعی وحی کہتے ہیں اور یہی نبوت کی روح

۸۔ النحل: ۶۸   ۹۔ الاسراء: ۲۰   ۱۰۔ العنکبوت: ۶۹

ہے۔علامہ ابن حجر فرماتے ہیں۔

وھو الکلام اللہ المنزل علی النبی صلی اللہ علیی وسلم

اور وہ اللہ کا کلام ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔(۱۱)

شرعی وحی کی پھر کئی قسمیں ہیں۔

وحی قلبی: اللہ تعالیٰ براہ راست نبی کے قلب میں کوئی بات ڈال دیتا ہے۔اس میں نہ فرشتے کو واسطہ بنایا جاتا ہے، نہ نبی کی قوت سامعہ اور حواس کو، اور نہ ہی نبی کو کوئی آواز سنائی دیتی ہے۔ بلکہ کوئی بات دل میں بیٹھ جاتی ہے، اور اس کے ساتھ ہی یہ یقین ہو جاتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔یہ کیفیت بیداری میں بھی ہوسکتی ہے اور خواب میں بھی۔

تکلم ربانی: اس میں اللہ تعالیٰ براہ راست نبی سے کلام کرتا ہے۔اس میں بھی فرشتے کا واسطہ نہیں ہوتا بلکہ نبی کو آواز سنائی دیتی ہے جو مخلوق کی آواز سے جدا اور عجیب وغریب کیفیت کی حامل ہوتی ہے جو انبیاء اس آواز کو سنتے ہیں وہی اس کیفیت کو پہچانتے ہیں عقل اس کا ادارک نہیں کرسکتی۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اور اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا۔(۱۲)

وحی کی یہ قسم تمام قسموں سے افضل واعلیٰ ہے، کیونکہ اس میں نبی کو اللہ تعالیٰ سے براہ راست ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

وحی ملکی: اللہ تعالیٰ کسی فرشتے کے ذریعے اپنا پیغام نبی کے پاس بھیجتا ہے۔کبھی تو فرشتہ نظر آتا ہے اور کبھی نظر نہیں آتا صرف اس کی آواز سنائی دیتی ہے۔کبھی فرشتہ انسان کی شکل میں آکر پیغام پہنچاتا ہے۔ان تینوں قسموں کو قرآن کریم نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

کسی بشر کے لئے ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے (روبرو ہوکر) کلام کرے مگر
دل میں بات ڈال کر یا پردے کے پیچھے سے یا کسی فرشتے کو بھیج کر جو اللہ تعالیٰ
کی اجازت سے جو کچھ اللہ چاہے وحی نازل کرے۔(۱۳)

اس آیت میں دل میں بات ڈالنے سے وحی قلبی مراد ہے پردے کے پیچھے سے مراد وحی کی دوسری قسم (تکلم ربانی) ہے اور فرشتہ بھیجنے سے وحی ملکی مراد ہے۔

۱۱۔فتح الباری/ص۱۱ج۱ ۱۲۔النساء:۱۶۳ ۱۳۔شوریٰ:۵۱

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو قسم کی وحی نازل ہوتی تھی۔

وحی متلو: وہ وحی جس کی تلاوت کی جاتی ہے۔اس میں الفاظ اور معانی دونوں اللہ کی طرف سے نازل ہوتے تھے اسی کو قرآن کہتے ہیں جو ہمیشہ کے لئے اس طرح محفوظ کر دیا گیا کہ اس کا ایک نقطہ یا شوشہ بھی تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔اس میں اسلام کے اصول،عقائد اور بنیادی تعلیمات کا بیان ہے۔

وحی غیر متلو: وہ وحی جس کی تلاوت نہیں کی جاتی اور جو قرآن کریم کا جز نہیں۔اس کے ذریعے آپ کو بہت سے احکام عطا فرمائے گئے۔اور یہ احادیث اور سنت کی شکل میں محفوظ ہیں۔

حدیث اور سنت

حدیث: عربی زبان میں حدیث کا لفظ بہت سے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔گفتگو،نئی بات،اہم واقعہ،تاریخی قصے،کلام وغیرہ۔اس کی جمع احادیث ہے جو محدثین کے ہاں استعمال ہوتی ہے۔ اصطلاح میں حدیث سے مراد وہ تمام چیزیں اور تمام امور ہوتے ہیں،جن کا مقصد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی،آپ کے افعال اور آپ کے احوال و اوصاف کی تحقیق کرنا ہے۔چنانچہ ہر وہ چیز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے نسبت رکھتی ہو وہ حدیث ہے۔مثلاً آپ نے کون سی بات کیسے ارشاد فرمائی،کون سا عمل کیسے فرمایا۔کس معاملے میں آپ کا طرز عمل کیا تھا۔آپ کی شخصیت وغیرہ۔ اس مختصر تعریف میں وہ چیزیں بھی شامل ہیں جن کی نسبت آپکی ذات گرامی سے صحیح ہے اور وہ روایات بھی شامل ہیں جن کی نسبت آپ کی ذات گرامی سے کمزور ہے بلکہ وہ روایات بھی شامل ہیں جن کی آپ سے نسبت اہل علم کی نظر میں درست نہیں۔غرض جو امر بھی آپ کی ذات گرامی سے منسوب ہو گیا وہ حدیث میں شامل ہو گیا۔(۱۴)

سنت: سنت کے لغوی معنی سیرت،طریقے اور راستے کے ہیں،خواہ وہ راستہ یا طریقہ اچھا ہو یا برا،لیکن محدثین کی اصطلاح میں اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور سیرت کے بارے میں جو کچھ بھی بیان کیا گیا ہے وہ سب مراد ہے۔اس اعتبار سے لفظ سنت لفظ حدیث کا مترادف ہے۔ اسلامی شریعت کا پہلا ماخذ قرآن کریم ہے اور دوسرا ماخذ سنت ہے جو قرآن کے اجمالی احکام کی تفصیل وتفسیر ہے۔ ہر ثابت شدہ سنت اور آپ کا ہر وہ ارشاد یا عمل جو روایت و درایت کے اصول سے صحیح

۱۴۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی/محاضرات حدیث/الفیصل،لاہور ۲۰۰۳ء/ص ۱۷،۲۱

ٹھہرے۔جمہور امت مسلمہ کے عقیدے کے مطابق واجب التسلیم ہے۔

حدیث اورسنت میں فرق: بعض علما کے نزدیک حدیث اور سنت دونوں کا مفہوم ایک ہے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔بعض کے نزدیک حدیث ایک عام چیز ہے اور سنت خاص ہے اور حدیث کا ایک حصہ ہے۔حدیث تو وہ چیز ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے منسوب ہوگئی اس میں ضعیف ،موضوع ،منکر اور شاذ سب حدیثیں شامل ہیں اور سنت سے مراد وہ طریقہ ہے جو صحیح احادیث کی بنیاد پر ثابت ہوتا ہے۔جو آپ کا طے کیا ہوا طریقہ ہے۔جو آپ نے امت کو سکھایا اور قرآن کی تفسیر وتشریح کرتا ہے۔(۱۵)

منصب نبوت ورسالت

قرآن کریم یقیناً دین وشریعت کی اصل واساس ہے لیکن اس میں صرف اصول بتائے گئے ہیں۔ان اصولوں کی تفصیل بیان کرنا حدیث وسنت کا کام ہے۔اگر حدیث وسنت کا حوالہ ختم کر دیا جائے تو ان کی اچھی تعبیر بھی ہوسکتی ہے اور بری تعبیر بھی ہوسکتی ہے۔قرآن مجید میں خود ایک جگہ لکھا ہوا ہے۔ **یضل به کثیرا ویهدی به کثیرا** کہ اللہ تعالیٰ اس قرآن کی ذریعے بہت سوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہت سوں کو ہدایت دیتا ہے۔ جولوگ سنت اور حدیث سے ہٹ کر قرآن سے رہنمائی لینا چاہتے ہیں وہ گمراہ ہوجاتے ہیں،اس لئے کہ قرآن مجید کی تعلیم ایک عمومی چیز ہے۔مثلاً قرآن مجید میں عدل کی تعلیم ہے لیکن عدل سے کیا مراد ہے،عدل کیا چیز ہے؟ جب تک سنت کی روشنی میں اس کو متعین نہیں کیا جائے گا اس وقت تک آپ کا جو جی چاہے عدل کو معنی پہنا دیں۔(۱۶)

قرآن کرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر امت کو براہ راست کسی کتاب کی شکل میں نہیں دیا گیا کہ تم از خود اس کو پڑھ لو اور سمجھ لو اور اپنی سمجھ کے مطابق اس پر عمل کرلو بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو تیئیسال کے عرصے میں اپنے برگزیدہ اور محبوب پیغمبر پر تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا،تا کہ اس کے احکام لوگوں پر گراں بار نہ ہوں اور لوگ اپنی اپنی عقل اور شعور وفہم کے مطابق نہیں بلکہ آنحضرت اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ مطالب ومعانی اور عمل کی روشنی میں اس کو سمجھیں اور اس کے احکام پر عمل کریں۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

۱۵۔محاضرات حدیث/ص۲۳،۲۴ ۱۶۔محاضرات حدیث/ص۷۶

ہم نے آپ پر ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کو صاف صاف بیان کرتی ہے۔(۱۷)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ قران کریم میں ہر چیز کی ایسی تفصیل بیان کردی گئی ہے کہ اب نہ کسی آیت کی مزید تفسیر وتشریح کی ضرورت ہے نہ پیغمبر کی اور نہ حدیث وسنت کی بلکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم میں تمام علوم واصول دین صراحتاً، اشارتاً یا کنایتاً موجود ہیں اور جو چیزیں اور احکام قرآن کریم میں صراحتا مذکور نہیں ان کی تفسیر وتشریح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے فرمادی جس کے بارے میں خود قرآن کا اعلان ہے۔

اور وہ اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں کہتے بلکہ وہ وہی کہتے ہیں جو ان پر روحی کیا جاتا ہے (۱۸)

آپ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ایک حرف بھی ایسا نہیں نکلتا جو خواہش نفس کی پیروی میں ہو، بلکہ دین کے بارے میں آپ جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں وہ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ جو کچھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا تھا اسے یاد کرنے کی غرض سے لکھ لیا کرتا تھا۔ پھر قریش کے کچھ لوگوں نے مجھے منع کیا اور کہنے لگے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنتے ہو سب لکھ لیتے ہو، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی انسان ہیں، کبھی غصے اور کبھی خوشی میں بات کرتے ہیں۔ پھر میں لکھنے سے رک گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے اپنی انگلی سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تم لکھا کرو، اس ذات کی قسم جس قبضے میں میری جان ہے اس سے ہمیشہ حق بات ہی نکلتی ہے۔(۱۹)

آج کل روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے نام پر بعض مفکرین، دانشور اور نامور صحافی اپنی عاقبت سے بے نیاز دین کے اساسی اور بنیادی اصولوں اور احکام کی جدید اور من مانی تاویلات کرنے میں اپنا زور بیان اور زور قلم صرف کر رہے ہیں اور بزعم خود اصرار کے ساتھ کہتے ہیں کہ دین کے فلاں فلاں حکم کے بارے میں میرا فہم دین یہ ہے، اور فلاں حکم سے وہ مراد نہیں جو علما ومفسرین اور ائمہ مجتدین قرآن وسنت کی روشنی میں صدر اول سے سے بیان کرتے چلے آرہے ہیں بلکہ اس سے یہ مراد ہے۔ اس آیت

۱۷۔النحل:۸۹ ۱۸۔النجم:۳،۴

۱۹۔دارمی/السنن/قدیمی کتب خانہ کراچی/ج۱ص۱۳۶۔رقم ۴۸۴،احمد/ج۲ص۳۴۵۔رقم ۶۴۷۴

میں واضح طور پر بتادیا گیا ہے کہ دین کے معاملے میں کسی کے فہم کی کوئی حقیقت واہمیت نہیں، اگر وہ قرآن وسنت اور اجماع امت سے متصادم ہے۔قرآن کریم میں ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

بیشک ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ آپ پر نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس طرح فیصلہ کردیں جس طرح اللہ آپ کو دکھائے۔(۲۰)

اس آیت میں انزلنا (ہم نے نازل کیا) اور بما ارٰئک اللہ (جس طرح اللہ آپ کو دکھائے) خاص طور پر قابل غور ہیں۔تنزیل کا تعلق اس وحی سے ہے جو الفاظ کے ساتھ نازل ہو، اراءۃ وہ القا اور الہام ہے جو الفاظ کے ساتھ نہ ہو۔لغت اور حقیقت کے اعتبار سے وحی کا لفظ تنزیل اور اراءۃ دونوں کو شامل ہے۔سو جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے الفاظ اور اعمال کے ذریعے بیان کیا یا ظاہر کیا وہ اللہ کی اراءۃ (دکھانا) تو ہے مگر اللہ کے الفاظ نہیں جن کی تلاوت کی جائے۔اسی لئے اس کو وحی خفی یا وحی غیر متلو کہتے ہیں۔ایک مقام پر ارشاد ہے۔

اور ہم نے آپ پر ذکر (قرآن) اس لئے نازل کیا تاکہ جو کچھ ان کے لئے نازل کیا گیا ہے آپ اس کو لوگوں کے سامنے صاف صاف بیان کردیں اور تاکہ لوگ (اس میں) غور کریں۔(۲۱)

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح ہم نے سابقہ انبیاء کو معجزے کتابیں اور صحیفے دے کر بھیجا تھا اس طرح آپ پر بھی قرآن مجید نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اس کو واضح طور پر بیان کردیں جو آپ کے ذریعے انکے پاس بھیجا گیا ہے تاکہ یہ لوگ اس میں غور وفکر کریں سوچیں سمجھیں اور جان لیں کہ یہ مخلوق کا کلام نہیں۔آیت میں نزل سے مراد ثواب کا وعدہ، عذاب کی وعید اور احکام الٰہی اور مجمل قوانین ہیں اس آیت سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ قرآن کریم کے احکام کی تبیین اور وضاحت وتفسیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض منصبی میں داخل ہے اور یہ تبیین وتوضیح بھی خود اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھائی تھی تاکہ امت کے لئے کسی حکم الٰہی میں ابہام باقی نہ رہے۔یہ تبیین قرآن سے الگ چیز ہے۔اسی کو سنت حدیث تعلیم اور حکمت کہتے ہیں۔جیسے ارشاد ہے۔

اسی نے امیوں (ان پڑھ عربوں) میں اپنا رسول بھیجا جو انہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے۔اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم

۲۰۔النساء:۱۰۵ ۲۱۔النحل:۴۴

دیتا ہے(۲۲)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی بعثت کے چار مقاصد بیان فرمائے ہیں۔آیات کی تلاوت ۲،تزکیہ نفوس،۳،تعلیم کتاب،۴،تعلیم حکمت،یہی چار مقاصد بعثت الفاظ کی تقدیم وتاخیر کے ساتھ سورہ بقرہ آیات ۱۲۹،۱۵۱اور ال عمران ۱۶۴ میں بھی بیان کئے گئے ہیں۔جیسے ارشاد ہے:

اے ہمارے پروردگار! ان میں انہی میں سے ایک ایسا رسول بھیج جو ان کو تیری آیتیں (پڑھ کر) سنایا کرے اوران کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے اوران کا تزکیہ کرے(پاک صاف بنادے)(۲۳)

آیات کی تلاوت : الفاظ ومعانی دونوں کا نام قرآن ہے۔تلاوت کے اصل معنی اتباع اور پیروی کے ہیں۔قرآن وحدیث کی اصطلاح میں یہ لفظ قرآن کریم اور دوسری آسمانی کتابوں اور کلام الٰہی کے پڑھنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔جس طرح یہ کلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کو اسی طرح پڑھنا ضروری ہے۔اپنی طرف سے کسی لفظ یا اس کی حرکات میں کمی بیشی یا تبدیلی کی اجازت نہیں۔امام راغب اصفہانی نے فرمایا کہ کلام الٰہی کے سوا کسی دوسری کتاب یا کلام کے پڑھنے کو تلاوت نہیں کہا جاسکتا۔(۲۴)

مذکورہ آیات میں تلاوت اور تعلیم کتاب کو الگ الگ ذکر کرکے یہ بتادیا گیا کہ جس طرح قرآن کریم کے معانی سمجھنا اور اس کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کرنا فرض اور اعلیٰ عبادت ہے،اسی طرح اس کے الفاظ بھی مستقل مقصود اور عبادت ہیں۔اگر قرآن کے معانی ومطالب کو قرآنی الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ یا کسی دوسری زبان میں لکھا جائے تو وہ قرآن کہلانے کا مستحق نہیں اگرچہ مضامین ومعانی بالکل صحیح اور درست ہی ہوں،پس جس طرح قرآن کے معانی ومطالب کی تعلیم رسول کے فرائض میں داخل ہے،اسی طرح الفاظ کی تلاوت اور حفاظت اوران کو ٹھیک اسی لب ولہجے پر پڑھنا بھی جس پر وہ نازل ہوئے ہیں ایک مستقل فرض ہے،اسی لئے صحابہ کرام نے تمام عمر تلاوت قرآن کو جاری رکھا۔

تزکیہ نفوس : تزکیہ کے معنی طہارت کے ہیں۔انسان کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن جس طرح شریعت ظاہر کے لئے ہے بالکل اسی طرح باطن کیلئے بھی ہے،جس طرح انسانوں کو بے شمار جسمانی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں اسی طرح اس کے باطن یعنی قلب کے اندر بھی بے شمار بیماریاں جیسے کفر،شرک،عہدے

۲۲۔الجمعہ:۲ ۲۳۔البقرہ:۱۲۹ ۲۴۔المفردات/ص۷۵

کی محبت بغض، حسد، کینہ، عداوت، بخل، غیبت وغیرہ۔ اسی باطن کی اصلاح کا نام تزکیہ اور طہارت ہے، جس سے لوگوں کے دلوں کو ان غلط اور گندے افکار و اعمال سے پاک وصاف کیا جاتا ہے۔

تعلیم کتاب: لاوت آیات کے ساتھ تعلیم کتاب کو جداگانہ فرض اس لئے قرار دیا گیا کہ قرآن کو سمجھنے کیلئے صرف عربی زبان کا جان لینا کافی نہیں، جبکہ اس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ضروری ہے۔ اگر کسی فن کے حصول یا کسی کتاب کو سمجھنے کے لئے محض اس فن یا کتاب کی زبان کا جان لینا کافی ہوتا تو دنیا کے تمام علوم وفنون اس شخص کو حاصل ہو جاتے جو ان علوم وفنون اور کتابوں کی زبان جانتا مگر واقعتاً ایسا نہیں ہے۔ بڑے بڑے علوم وفنون کے سمجھنے کے لئے بھی محض زبان دانی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ استاد کی ضرورت ہوتی ہے جس طرح انگریزی زبان میں مہارت پیدا کر لینے سے اور طب یا انجینئرنگ کی کتابوں کا مطالعہ کر لینے سے کوئی شخص ڈاکٹر یا انجینئر نہیں بن جاتا، اور استاد سے سیکھے بغیر محض کتاب پڑھ کر کوئی شخص لوہار، بڑھئی، درزی یا باورچی نہیں بن جاتا، اسی طرح محض عربی زبان پر عبور حاصل کر لینے سے کوئی شخص معارف قرآن کا ماہر نہیں بن سکتا، اگر ایسا ہوتا تو عہد رسالت میں ابوجہل، ابولہب، اور عتبہ جیسے لوگ جو عربی زبان میں مہارت رکھتے تھے قرآن کے ماہر سمجھے جاتے، لہذا قرآنی تعلیمات کا صحیح علم صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے حاصل ہو سکتا ہے (۲۵)

اسی لئے قرآن مجید نے آنحضرت اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجنے کا مقصد یہ قرار دیا کہ وہ قرآن کریم کے معانی اور احکام کی تشریح کر کے بیان فرمائیں، جیسا کہ اوپر سورۃ نمل میں مذکور ہوا۔

تعلیم حکمت: عربی زبان کے اعتبار سے حکمت کے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔ مگر اس آیت اور سورۃ بقرہ کی آیت ۱۲۹ اور آل عمران کی آیت ۱۶۴ کی تفسیر میں صحابہ کرام اور تابعین نے حکمت کے معنی سنت رسول بیان کئے ہیں۔ لہذا جس طرح آپ کے ذمے قرآن کا سمجھانا اور اس کی تعلیم دینا فرض ہے اسی طرح پیغمبرانہ تربیت کے اصول و آداب، ان کی تعلیم بھی آپ کے فرائض منصبی میں داخل ہے، اس کا نام سنت ہے، اسی لئے آپ نے فرمایا۔ **انما بعثت معلما** بلاشبہ میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں (۲۶) پس معلم کی حیثیت سے رسول کا کام یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے پیغام کی تعلیم دے اور اس کے قوانین کی تشریح وتفسیر بیان کرے۔ (۲۷)

۲۵۔ مفتی محمد شفیع / معارف القرآن / ادارۃ المعارف، کراچی / ج ۱، ص ۳۳۴ ۲۶۔ دارمی ج ۱ ص ۱۱۱، رقم ۳۴۹

☆ ابن ماجہ / السنن / دار المعرفہ، بیروت ۱۹۹۸ء / رقم ۲۲۹ ۲۷۔ معارف القرآن / ج ۱، ص ۳۳۲

حکمت بھی اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے۔سورۃ نسا میں ارشاد ہے

اور اللہ نے آپ پر کتاب وحکمت نازل کی اور آپ کو وہ باتیں سکھائیں جو آپ نہیں جانتے تھے۔(۲۸)

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

اور تم پر جو اللہ کی نعمتیں ہیں ان کو یاد کرو اور یہ احسان بھی یاد کرو کہ اس نے تم پر کتاب وحکمت نازل کی اور وہ اس کے ذریعے تمہیں نصیحت کرتا ہے۔(۲۹)

ان آیتوں میں حکمت کو بھی کتاب کی طرح منزل من اللہ فرمایا گیا ہے، چونکہ حکمت سنت ہی کا دوسرا نام ہے اس لئے سنت بھی منزل من اللہ اور وحی الٰہی ہے۔

مقدام بن معدی کرب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔آ گاہ رہو مجھے کتاب (قرآن) عطا کی گئی ہے اور اس کے ساتھ اسی جیسی ایک اور چیز بھی دی گئی ہے۔آ گاہ رہو! قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا شخص اپنی مسند سے ٹیک لگائے ہوئے کہے گا کہ تمہارے لئے صرف یہ قرآن حکم کا درجہ رکھتا ہے۔پس جو کچھ تم اس میں حلال پاؤ اسے حلال سمجھو اور جو کچھ اس میں حرام پاؤ اسے حرام سمجھو۔آ گاہ رہو! تمہارے لئے گھریلو گدھے (کا گوشت) حلال نہیں اور نہ کوئی درندہ اور نہ معاہد کا گرا پڑا مال سوائے اس کے کہ جب مالک کو اس کی ضرورت نہ ہو۔اور جو شخص کسی بستی میں (مسافر کے طور پر) ٹھہرے تو اس کے باشندوں پر اس کی مہمان نوازی ضروری ہے۔اگر وہ ایسا نہ کریں تو وہ ان سے اس مہمانی کے برابر تاوان وصول کرسکتا ہے۔(۳۰)

حضرت معاذ بن جبل کے ساتھیوں سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو (قاضی بنا کر) یمن کی طرف روانہ فرمانے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جب تمہارے سامنے فیصلے کے لئے کوئی معاملہ پیش ہوگا تو کس طرح فیصلہ کرو گے؟ حضرت معاذ نے عرض کیا کہ میں اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۔آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اگر اللہ کی کتاب میں اس کا جواب نہ پاؤ تو؟ حضرت معاذ نے عرض کیا پھر سنت رسول سے (فیصلہ کروں گا) آپ ﷺ نے فرمایا اگر اللہ کے

۲۸۔النساء:۱۱۳ ۲۹۔البقرہ:۲۳۱

۳۰۔ابوداؤد/السنن/دارالفکر،۱۹۹۴ء/ج۴ص۲۰۴۔رقم ۴۶۰۴۔

☆ ترمذی/الجامع السنن/دارالفکر۱۹۹۴ء/ج۴ص۳۰۲۔رقم ۲۶۷۳

رسول کی سنت میں بھی (اس کا حکم) نہ پاؤ تو؟ حضرت معاذ نے عرض کیا تو پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھوں گا پھر آپ ﷺ نے حضرت معاذ کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا:

تمام تعریف اللہ کو سزاوار ہے جس نے رسول اللہ کے قاصد کو اس چیز کی توفیق دی جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پسند کرتے ہیں۔(۳۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، اگر تم ان کو مضبوطی سے تھامے رہے تو ہرگز گمراہ نہیں ہو گے وہ (دو چیزیں) اللہ کی کتاب اور میری سنت ہے۔(۳۲)

حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ ایک روز فجر کی نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اتنا بلیغ وعظ کیا کہ اس سے آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور دل کانپنے لگے ایک شخص نے عرض کیا کہ یہ تو رخصت ہونے والے کی نصیحت ہے۔ یارسول اللہ آپ ہمیں کیا وصیت کرتے ہیں۔آپ نے فرمایا میں تمہیں تقوی اور سننے اور ماننے کی وصیت کرتا ہوں خواہ تمہارا حاکم حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ پس تم میں سے جو زندہ رہے گا تو وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا۔تمہارے لئے نئی چیزوں سے بچنا ضروری ہے کیونکہ یہ گمراہی کا راستہ ہے۔ سو تم میں سے جو شخص اس وقت کو پائے اسے چاہئے کہ میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑے (تم اسے) دانتوں سے مضبوطی سے پکڑلو۔(۳۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ نے آپ کی ازواج سے آپ کی خفیہ عبادت کا حال پوچھا۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا میں کبھی عورتوں سے نکاح نہیں کروں گا۔ ایک اور شخص نے کہا کہ میں کبھی گوشت نہیں کھاؤں اور ایک نے کہا کہ میں کبھی بستر پر نہیں سوؤں گا۔ پھر آپ نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ کیا ہوگیا ہے لوگوں کو جو ایسا ایسا کہتے ہیں، حالانکہ میں تو (رات کو) نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ سو جو میری سنت سے بے رغبتی کرے وہ مجھ سے نہیں۔(۳۴)

۳۱۔ابوداؤد/ ج ۳،ص ۲۹۵۔رقم ۳۵۹۲ ۳۲۔حاکم/ المستدرک/ دارالکتب العلمیہ ۱۹۹۰ء/ ج ۱ص ۱۷۲۔رقم ۳۱۹
۳۳۔ترمذی/ ج ۴ص ۳۰۸،رقم ۲۶۵۸ ☆ ابن ماجہ/ ج ۱۔۲ص ۳۸ رقم ۴۲
۳۴۔مسلم/ الصحیح / دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۸ء/ ج ۲ص ۳۲۸۔رقم ۱۴۰۱

پس مذکور بالا احادیث سے ثابت ہے کہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اہانت سے چھوڑا یا کسی اور کام کو سنت پر ترجیح دی یا سنت کو غیر ضروری سمجھ کر ترک کیا تو اس نے گویا آپ کی فضیلت کا انکار کیا اس لئے وہ امت محمدیہ سے خارج ہو گیا۔

اطاعت رسول کی فرضیت

اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو بھی لازمی قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ (۳۵)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کا صریح اور واضح حکم فرمایا اس کی مزید تفصیل وتشریح کی ضرورت نہیں، جیسے شرک وکفر کا انتہائی جرم ہونا اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرنا۔ قیامت اور آخرت پر یقین رکھنا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا آخری رسول ماننا، نماز، روزہ حج اور زکوۃ کو فرض سمجھنا وغیرہ۔ یہ سب براہ راست احکام ربانی ہیں۔ ان کی تعمیل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

قرآن کریم میں بعض احکام کا مجمل بیان ہے۔ ان کی تفصیل وتشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث کے ذریعے فرمائی ہے۔ ایسے احکام کی اطاعت بھی اگرچہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے مگر ظاہری اعتبار سے چونکہ احکام صریح طور پر قرآن کریم میں نہیں ہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے امت کو پہنچے اس لئے ان کی اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کہلاتی ہے۔

مجمل احکام کی تفصیل چونکہ قرآن مجید میں مذکور نہیں اس لئے اس بات کا احتمال تھا کہ کسی ناواقف کو یہ دھوکہ ہو جائے کہ یہ تفصیلی احکامات اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے نہیں ہیں لہذا اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ان کی تعمیل ضروری نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بار بار اپنی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو لازمی قرار دیا، اور فرمایا کہ رسول جو کچھ تمہیں دیں اس کو بھی اللہ کی اطاعت سمجھ کر مانو خواہ وہ قرآن کریم میں صراحتاً موجود ہو یا نہ ہو۔ جیسے ارشاد ہے۔

اور رسول جو کچھ تمہیں دیں اس کو لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔

۳۵۔ النسا:۵۹

اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ (۳۶)

اور ارشاد ہے۔

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔ پھر اگر وہ اعراض کریں تو اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔(۳۷)

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو لازمی اور ضروری قرار دیا گیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت محض زبانی کلامی نہیں ہوتی بلکہ اپنے اندر وہ صفات پیدا کرنے سے ہوتی ہے جن کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حکم دیا اور جن سے وہ پہچانا جائے کہ واقعی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا مطیع وفرماں بردار ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا وجود اس کی وحدانیت، اس کی بندگی اور اس کی اطاعت کا اقرار کرنا، ایمان کا ایک جز ہے۔ اسی طرح رسول کی تصدیق اور اس کی اطاعت ایمان کا دوسرا جز ہے۔

سورۃ نور میں ارشاد ہے۔

اور اگر تم رسول کی اطاعت کروگے تو ہدایت پاجاؤگے (۳۸)

اور جس نے اللہ واس کے رسول کی اطاعت کی تو وہی عظیم کامیابی سے ہم کنار ہوا۔(۳۹)

ان آیتوں سے خوب واضح ہے کہ ہدایت وکامیابی کا دارومدار اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرماں برداری میں ہیں۔ سو جس نے اللہ واس کے رسول کی اطاعت وفرماں برداری کی اس نے عظیم کامیابی حاصل کی۔

سورہ النساء میں ارشاد ہے۔

اور ہم نے ہر رسول اس لئے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے (۴۰)

پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر زمانے کے رسول کی اطاعت اس کی امت پر فرض ہوتی ہے۔ منصب رسالت یہی ہے کہ رسول کے تمام فرمانوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام سمجھ کران پر دل وجان سے عمل کیا جائے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔

جس نے رسول کی اطاعت کی تو بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔(۴۱)

۳۶۔الحشر:۷ ۳۷۔آل عمران:۳۲ ۳۸۔النور:۵۴ ۳۹۔الاحزاب:۷۱ ۴۰۔النساء:۶۴ ۴۱۔ایضاً:۸۰

احکام دین خواہ ہمیں براہ راست قرآن حکیم کے ذریعے ملے ہوں یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل یعنی حدیث رسول کے ذریعے ہمیں معلوم ہوئے ہوں دونوں قسم کے احکام کے مجموعے کو شریعت کہتے ہیں چونکہ آپ کی حدیث قرآن کریم کی تفسیر وتشریح ہے اور آپ اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرماتے بلکہ وہی فرماتے ہیں جو آپ پر وحی کیا جاتا ہے یعنی آپ تو اللہ کا حکم پہنچانے والے ہیں اور حکم دینے والا تو اللہ ہی ہے۔اس لئے آپ کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے اور جو شخص رسول کی اطاعت نہیں کرتا اور اس کے احکام نہیں مانتا وہ بلاشبہ اللہ کا انکار کرتا ہے۔

اور ارشاد ہے۔

اے ایمان والو! اللہ اور رسول کا حکم مانو جبکہ رسول تمہیں بلائیں۔(۴۲)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو مخاطب فرما کر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی فوری تعمیل واطاعت کی تاکید فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تمہیں کوئی حکم دیں تو تم فوراً اس کو قبول کرو اور تعمیل حکم میں جلدی کرو۔

حضرت ابو سعید بن معلیٰ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے اور وہ نماز پڑھ رہے تھے۔آپ نے ان کو بلایا وہ نماز پڑھ کر گئے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے جواب کیوں نہیں دیا انہوں نے کہا میں نماز پڑھ رہا تھا۔آپ نے فرمایا کیا اللہ نے نہیں فرمایا اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دو جب وہ تمہیں بلائیں (۴۳)

بے شمار قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ شاہد ہیں کہ انسان کی کامل اصلاح اور دنیا وآخرت کی تمام کامیابیوں کی ضمانت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، آپ کی تعلیمات اور سنتوں کی پیروی میں مضمر ہے اور یہ اطاعت و پیروی نماز، روزے، تک محدود نہیں بلکہ اس کا دائرہ کار تمام معاملات وحقوق سمیت زندگی کے ہر شعبے پر محیط ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر کام اور ہر معاملے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لئے ایک مثالی نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا۔چنانچہ ارشاد ہے۔

البتہ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اچھا نمونہ (عمل)
ہے اس شخص کے لئے جو اللہ کا اور آخرت کے دن کا امید وار ہو اور اللہ کو بکثرت

۴۲۔الانفال:۲۴ ۴۳۔ابوداؤد ج ا ص ۲۴۲۵، رقم ۱۴۵۸

☆ نسائی/السنن/کتاب الفتن۔باب تاویل قولہ عز وجل ولقد اتینک سبعا من المثانی والقران العظیم

یاد کرنے والا ہے۔(۴۴)

اس آیت میں صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رہنمائی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ظاہری و باطنی کمالات سے کامل درجے تک مزین فرما کر اس دنیا میں بھیجا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک آنے والے لوگوں کی رہنمائے کے لئے زندگی کے ہر گوشے ہر پہلو اور ہر موقع کے لئے خواہ وہ عبادات ہوں یا معاملات، معاشرت ہو یا اخلاق و کردار، سیاست ہو یا نظام حکومت، انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی خانگی، معاملات ہوں یا مملکتی امور، زمانہ امن یا زمانہ جنگ، بہترین اور کامل ترین نمونہ عمل دنیا کے سامنے پیش فرمادیں۔

اسوہ کا تعلق علم سے نہیں عمل سے ہے اور دین کے عملی نمونے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور حیات طیبہ ہی میں مل سکتے ہیں۔اس آیت میں خود اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے طریقے اور عمل کو لوگوں کے لئے اچھا نمونہ قرار دیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ اس اچھے نمونے پر وہی لوگ عمل کریں گے جو اللہ تعالی اور یوم آخرت پر ایمان ویقین رکھتے ہوں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے ہوں یعنی مومنوں کے لئے آپ کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونا واجب ہے۔پس جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور نہ اللہ کو کثرت سے یاد کرتے ہیں، وہ نہ اس نمونے کو مانیں گے اور نہ اس پر عمل کریں گے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

> آپ کے رب کی قسم وہ ہرگز مومن نہیں ہوں گے جب تک وہ آپس کے جھگڑوں میں آپ کو منصف نہ بنائیں پھر جو فیصلہ آپ کردیں اس سے کسی طرح اپنے دل میں تنگی نہ پائیں اور اسے خوشی سے قبول کرلیں۔(۴۵)

اس آیت میں صاف صاف اعلان کر دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے سامنے بلا چون و چرا سر تسلیم خم کر دینے ہی کا نام اسلام ہے۔ایمان کی شرط یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی معاملے میں فیصلہ فرمادیں تو اس کو حق جان کر اس پر راضی رہے اور دل میں کوئی تنگی و ناگواری اور شک وشبہ کا ادنیٰ سا شائبہ بھی نہ آئے۔جب تک رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر دل و جان سے راضی نہ ہوگا اس وقت تک اس کا ایمان کامل نہ ہوگا۔اور ارشاد ہے:

> کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کے بعد

۴۴۔الاحزاب:۲۱ ۴۵۔النساء:۶۵

اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔(۴۶)

ایمان لانے کے بعد کسی مومن مرد اور عورت کو کسی ایسے امر میں کوئی اختیار نہیں رہتا، جس کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ فرمادیں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کے بعد نہ تو کوئی اس کی مخالفت کرسکتا ہے، نہ اس کو ماننے سے انکار کرسکتا ہے اور نہ اس بارے میں کسی کو رائے اور قیاس کا حق ہے بلکہ آپ کے فیصلے کو بسر وچشم قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے بعد ان کی نافرمانی اور حکم عدولی کرے گا اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرے گا، تو وہ یقیناً حق سے بھٹک کر کھلی گمراہی میں جا پڑا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا معیار نبی کی اتباع کو قرار دیا، چنانچہ ارشاد ہے:

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو (اس کے نتیجے میں) اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔(۴۷)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا معیار بتایا ہے کہ جو شخص اس کی محبت کا دعویٰ کرے اور اس کے اعمال وافعال اور عقائد خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق نہ ہوں تو اس کا دعویٰ صحیح نہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص اپنے مالک ومعبود حقیقی کی محبت کا دعویٰ کرے تو اس کے دعوے کی سچائی کو پرکھنے کے لئے اس کے اعمال وافعال اور عقائد کو اتباع محمدی کی کسوٹی پر کسا جائے گا، جس سے سب کھرا کھوٹا معلوم ہو جائے گا۔ جو شخص اپنے دعوے میں جس قدر سچا ہوگا وہ آنحضرت ﷺ کی اتباع میں اسی قدر پختہ اور کامل ہوگا اور جتنا وہ اپنے دعوے میں کمزور ہوگا اتنا ہی وہ آپ کی اتباع میں سست اور کمزور ہوگا۔(۴۸)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

مومنوں کی بات تو یہی تھی کہ جب ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف اس لئے بلایا گیا تاکہ وہ (رسول) ان کے درمیان فیصلہ فرمادے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔(۴۹)

اس آیت میں مخلص مومنوں کا حال بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی معاملے میں ان کو اللہ اور اس

۴۶۔الاحزاب:۳۶ ۴۷۔آل عمران:۳۱ ۴۸۔معارف القرآن/ ج ۲،ص ۵۵ ۴۹۔النور:۵۱

کے رسول ﷺ کے طرف بلایا جاتا ہے تو وہ اپنا نفع ونقصان دیکھے بغیر بلا توقف فوراً اللہ اور اس کے رسول کا حکم سنتے ہی ''ہم نے سنا اور (دل سے) مان لیا'' کہتے ہوئے اس کو تسلیم کر لیتے ہیں ۔یہی لوگ آخرت میں فلاح پانے والے ہیں ۔مذکورہ بالا آیات قرآنی سے یہ بات بالکل واضح اور ظاہر ہو گئی کہ قرآن کریم پر ایمان ویقین رکھنے والوں کو صرف قرآن کو ماننے یا اپنے طور پر اس کو سمجھنے اور اپنی فہم کے مطابق اس پر عمل کرنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ وہ قرآن کو آپ ﷺ کی تعلیم ،تبیین اور تشریح کی روشنی میں سمجھنے ،آپ کی سنت اور اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کے مکلف ہیں ۔

قرآنی احکام کی قولی اور عملی تشریح

آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کا مطلب ومفہوم نہ صرف اپنے اقوال سے واضح اور متعین فرمایا بلکہ آپ نے خود بھی ان پر عمل کر کے دکھایا تا کہ قرآن کریم کے الفاظ کا صحیح مفہوم متعین ہو جائے اور نازل شدہ حکم کا عملی نقشہ بھی لوگوں کے سامنے آجائے ۔جب بھی کوئی قرآنی حکم نازل ہوتا آپ ﷺ صحابہ کرام کو وہ حکم سناتے ۔کبھی ضرورت محسوس فرماتے ہوئے از خود اس کی تفسیر وتشریح فرماتے اور کبھی صحابہ کرام کے استفسار پر اس کی وضاحت فرماتے ۔احادیث نبویہ کا بیشتر حصہ تشریحی اقوال پر مشتمل ہے ۔آئندہ سطور میں ایسے ہی چند قرآنی احکام کا بیان ہے جن کی قولی اور عملی تشریح آپ ﷺ نے فرمائی ۔

۱۔قرآن کریم میں متعدد مقامات پر نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے ۔رکوع وسجود اور قیام وقرأت وغیرہ کا بھی ذکر ہے لیکن نماز پڑھنے کی پوری ترکیب کسی آیت میں بھی مذکور نہیں ۔یعنی یہ نہیں بتایا گیا کہ نماز کیسے شروع کی جائے ۔کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر ،جب نماز کی حالت میں کھڑے ہوں تو ہاتھ باندھیں یا لٹکائیں ،ہاتھ آگے کے طرف باندھیں یا پیچھے پشت پر ،ہاتھ سینے پر باندھیں ،ناف پر یا اس سے بھی نیچے ،ایک پاؤں پر کھڑے ہوں یا دونوں پاؤں پر ،رکوع پہلے کیا جائے یا سجدہ ۔رکوع کے معنی جھکنے کے ہیں ۔نماز میں آگے کی طرف جھکیں یا پیچھے کے طرف ،دائیں طرف جھکیں یا بائیں طرف ،جھکنے کی مقدار کیا ہو ،سر قدرے نیچے کو کریں یا کمر کے برابر نیچا کریں یا اس سے بھی زیادہ نیچا کریں ،رکوع کی حالت میں ہاتھ کہاں رکھیں ،گھٹنوں پر یا رانوں پر یا بالکل لٹکائیں ۔اسی طرح سجدہ کس طرح کریں ،زمین پر سر کا کون سا حصہ رکھیں ،ناک کی حالت کیا ہوگی ،سجدے میں ہاتھ کہاں رکھیں ،زمین پر رکھیں یا رانوں پر ،سجدہ ایک کریں یا دو کریں یا اس سے زیادہ ۔ایسے کسی سوال کا جواب قرآن میں کہیں نہیں ملتا ۔ان تمام تفصیلات کا تعین آپ

ﷺ کے قول وعمل سے ہوا ہے۔نماز کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

صلوا کما رأیتمونی اصلی

جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو اسی طرح نماز پڑھو۔

۲۔قرآن کریم میں تاکید کے ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔جو لوگ زکوٰۃ ادا نہ کریں ان کے لئے سخت عذاب کی وعید ہے۔قرآن نے زکوٰۃ کے مصارف بھی بتا دیئے ہیں لیکن یہ نہیں بتایا کہ زکوٰۃ کب وصول کی جائے گی، روزانہ دی جائے گی ہر ماہ دی جائے گی یا سال میں ایک مرتبہ یا دو سال میں ایک مرتبہ یا پانچ سال میں ایک مرتبہ یا عمر بھر میں ایک مرتبہ۔زکوٰۃ کس حساب سے اور کتنی دی جائے گی۔سونے کی کتنی مقدار پر کتنی زکوٰۃ ہوگی اور چاندی کی کتنی مقدار پر کتنی زکوٰۃ دی جائے گی۔اسی طرح کتنا غلہ یا نقد رقم ہو تو اس پر زکوٰۃ ہوگی اور کتنی مقدار میں دینی ہوگی۔یہ سب باتیں قرآن مجید میں موجود نہیں بلکہ ان کا بیان حدیث میں آیا ہے۔

۳۔قرآن کریم میں حج کی فرضیت کا بیان تو ہے کہ جو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو اس پر حج فرض ہے۔حج کے لئے احرام کب باندھے، کہاں سے باندھے اور کس طرح باندھے، تلبیہ کیا ہے، کب کہے کتنی بار کہے، طواف کیسے کرے، اس میں کتنے چکر ہوں گے، ہر چکر کہاں سے شروع ہو کر کہاں ختم ہوگا، رمل کیا ہے اور اضطباع کیا ہے، یہ کب، کیسے اور کسی خاص طواف میں کئے جاتے ہیں یا ہر طواف میں ان کا کرنا ضروری ہے، سعی کیا ہے کب اور کیسے کی جاتی ہے۔طواف سے پہلے کی جاتی ہے یا طواف کے بعد۔اس میں کتنے چکر ہوتے ہیں اور ہر چکر کہاں سے شروع ہو کر کہاں ختم ہوتا ہے۔منیٰ میں کب کب جاتے ہیں اور کتنا کتنا وقوف ہوتا ہے۔وقوف عرفات اور وقوف مزدلفہ کب ہوتے ہیں، ان کی کم سے کم مقدار کیا اور زیادہ سے زیادہ مقدار کیا ہے۔قربانی کب کی جائے اور کہاں کی جائے گی، رمی جمار کب اور کس ترتیب سے کی جائے گی۔ان میں سے کسی سوال کا جواب قرآن میں نہیں ملتا بلکہ ان سب سوالوں کے جواب حدیث میں ملتے ہیں۔آپ ﷺ نے خود حج کر کے دکھایا کہ اس فریضے کی بجا آوری اس طرح ہونی چاہئے۔حجۃ الوداع کے موقع پر میدان عرفات میں جہاں ایک نہایت محتاط اندازے کے مطابق ایک لاکھ سے زائد حجاج جمع تھے، آپ ﷺ نے اعلان فرمایا:

خذوا عنی مناسککم لعلی لا اراکم بعد عامی هذا

تم مجھ سے حج کے مناسک سیکھ لو شاید اس سال کے بعد میں تمہیں نہ دیکھوں۔

۴۔قرآن کریم میں ارشاد ہے:

جب تک سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ممتاز نہ ہو جائے اس وقت (صبح صادق) تک کھا پی لیا کرو۔(۵۰)

یہاں سفید اور سیاہ دھاگوں کا ذکر ہے۔صحابہ کرام اہل زبان ہونے کے باوجود اس کا صحیح مفہوم اور مطلب نہ سمجھ سکے۔بعض صحابہ نے اس سے سفید وسیاہ دھاگے مراد لئے چنانچہ انہوں نے اپنے پاؤں میں سفید اور سیاہ دھاگے باندھ لئے، جب تک ان کی سفیدی اور سیاہی میں تمیز نہ ہوتی وہ کھاتے پیتے رہتے۔اسی طرح حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے اپنے تکیے کے نیچے سفید اور سیاہ رنگ کے دھاگے رکھ لئے اور ان کے رنگوں میں تمیز نہ ہونے تک کھاتے پیتے رہتے۔جب آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ اس سے رات کی تاریکی اور صبح کی سفیدی مراد ہے۔(۵۱)

۵۔اسی طرح قرآن کریم میں ہے:

اور ان کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال ہیں ناپاک اور گندی چیزیں حرام ہیں۔(۵۲)

طیبات کیا ہیں اور خبائث کیا ہیں، اس کی وضاحت قرآن مجید میں نہیں ملتی بلکہ ان کی تشریح میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔

۶۔اور ارشاد ہے:

نمازوں کی حفاظت کرو اور (خاص طور پر) صلاۃ وسطیٰ کی۔(۵۳)

قرآن کریم کی کسی آیت سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ صلاۃ وسطیٰ سے کون سی نماز مراد ہے۔اس کی تفسیر میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے مراد عصر کی نماز ہے۔

۷۔قرآن کریم میں ہے:

اور ہم نے آپ کو سات (آیتیں) دیں جو (نماز میں) مکرر پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم دیا۔(۵۴)

۵۰۔البقرہ:۱۸۷ ۵۱۔بخاری/الصحیح/کتاب التفسیر، سورۃ البقرہ، باب ۲۸

۵۲۔الاعراف:۱۵۷ ۵۳۔البقرہ:۲۳۸ ۵۴۔الحجر:۸۷

اس آیت میں جو لفظ سبع مثانی آیا ہے اس کی تشریح قرآن میں کہیں نہیں۔صحابہ کرام میں سے بھی اس کا مطلب کوئی نہ سمجھ سکا، حالانکہ وہ سب اہل زبان تھے۔جب آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے مراد سورہ فاتحہ ہے۔

۸۔مدینہ منورہ میں یہودی قبیلہ بنی نضیر کے لوگ جب جلا وطن کر دیئے گئے اور ان کے کھجوروں کے کچھ درخت کاٹ دیئے گئے اور کچھ چھوڑ دیئے گئے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

کھجور کے جو درخت تم نے کاٹ دیئے تھے یا ان کو اپنی جڑوں پر رہنے دیا تھا تو وہ اللہ کے حکم سے تھا۔(۵۵)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس موقع پر آپ ﷺ کا کھجور کے درختوں کو کاٹ دینے کا حکم وحی کی بنا پر تھا حالانکہ یہ حکم قرآن حکیم میں کہیں موجود نہیں۔

۹۔قرآن کریم میں ہے:

اس دن زمین اپنی تمام خبریں بیان کر دے گی۔(۵۶)

اس کی تشریح بھی حدیث میں ملتی ہے۔آپ ﷺ نے صحابۂ کرام سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو کہ اس کی خبریں کیا ہیں۔صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر مرد یا عورت کے ان اعمال کی گواہی دے گی جو اس نے زمین کی پشت پر کئے ہوں گے اور وہ کہے گی کہ تم نے فلاں فلاں دن ایسا ایسا کیا تھا۔

۱۰۔سورہ توبہ میں ہے:

اور ان میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس کی نماز کبھی نہ پڑھایئے۔(۵۷)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس آیت کے نزول سے پہلے جنازے کی نماز مشروع ہو چکی تھی اور رسول اللہ ﷺ جنازوں کی نماز پڑھا کرتے تھے حالانکہ قرآن کریم میں اس سے پہلے نازل ہونے والی کوئی آیت ایسی نہیں بتائی جا سکتی جس میں آپ ﷺ اور مسلمانوں کو جنازے کی نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہو۔ظاہر ہے یہ حکم سنت کے ذریعہ دیا گیا۔

۱۱۔سورہ مائدہ میں ہے:

اور جب تم نماز کے لئے اذان دیتے ہو تو وہ اس سے ہنسی اور مسخرہ پن کرتے

۵۵۔الحشر:۵ ۵۶۔الزلزال:۴ ۵۷۔التوبہ:۸۴

ہیں۔یہ اس لئے کہ وہ بالکل بے عقل ہیں۔(۵۸)

اور سورہ جمعہ میں ہے:

جب جمعہ کے روز نماز کے لئے اذان دی جائے تو تم اللہ کی یاد کے لئے جلدی چلو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔(۵۹)

ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے نزول سے پہلے اذان ایک دینی عمل کی حیثیت سے رائج تھی لیکن قرآن حکیم کی کسی آیت میں اذان کا حکم مذکور نہیں۔سو یہ حکم بھی قرآن کے ذریعے نہیں بلکہ سنت کے ذریعے ملا تھا۔

۱۲۔قرآن کریم میں بہیمۃ الانعام کو حلال کیا گیا ہے اور خون، سور کا گوشت، مردہ جانور اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور حرام قرار دیا گیا ہے۔اور یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ بہیمۃ الانعام، اونٹ، بیل، گائے، بکرا، بکری، مینڈھا، بھیڑ، دنبہ اور اس کی مادہ ہیں۔ان کے علاوہ باقی جانور مثلاً کتا، بلی، شیر، چیتا، بھیڑیا، گیدڑ، بندر، ہرن، بارسنگا، ریچھ، خرگوش، کوا، چیل، باز، کبوتر، طوطا، مینا، کوئل، فاختہ، بلبل وغیرہ حلال ہیں یا حرام یا ان میں سے کچھ حلال ہیں اور کچھ حرام۔اس کے بارے میں قرآن کریم میں کچھ مذکور نہیں۔ان کی حلت و حرمت بھی حدیث میں بیان کی گئی ہے۔

۱۳۔قرآن مجید میں حج و عمرے کے ذیل میں آیا ہے:

پس تم میں سے جو کوئی مریض ہو یا اس کے سر میں کوئی بیماری ہو (اور وہ سر منڈوا دے) تو اس پر اس کے بدلے میں روزے یا صدقہ یا قربانی لازم ہے۔(۶۰)

اگر بیماری کے سبب سر یا بدن کے کسی دوسرے حصے کے بال منڈوانے کی مجبوری ہو تو ایسی صورت میں ضرورت کے مطابق بال منڈوانا جائز ہے، لیکن اس کا فدیہ اور بدلہ یہ ہے کہ روزے رکھے، صدقہ دے، یا قربانی کرے۔قربانی کے لئے حدود حرم کے جگہ متعین ہے۔روزے اور صدقے کے لئے کوئی جگہ متعین نہیں، ہر جگہ ادا کر سکتے ہیں۔روزوں کی تعداد اور صدقہ کی مقدار کے بارے میں قرآن کریم میں کچھ ذکر نہیں۔البتہ آنحضرت ﷺ نے حضرت کعب بن عجرہ صحابی کی ایسی حالت میں یہ فرمایا کہ تین روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو آدھا صاع گندم (تقریباً پونے دو سیر) بطور صدقہ دے دو۔(۶۱)

۱۴۔قرآن کریم میں ارشاد ہے:

۵۸۔المائدہ:۵۸ ۵۹۔الجمعہ:۹ ۶۰۔البقرہ:۱۹۶ ۶۱۔معارف القرآن/ج۱،ص۴۸۱،۴۸۲

جب تم وادی کے (مدینے سے) قریب والے کنارے پر تھے اور وہ (مشرکین) دور والے سرے پر اور قافلہ تم سے نیچے کی طرف کو (ہٹا ہوا تھا)۔(۶۲)

آیت کو پڑھ کر کوئی نہیں بتا سکتا کہ اس میں کس واقعہ کی طرف اشارہ ہے اور دور و قریب کے کنارے کہاں واقع تھے اور کس قافلے کا نیچے اترنا بیان کیا گیا ہے۔اس آیت میں غزوۂ بدر کی طرف اشارہ ہے، جہاں میدان بدر میں (مدینے سے) قریب کنارے پر مسلمانوں کا لشکر ٹھہرا تھا اور دور کے کنارے پر قریش کا لشکر خیمہ زن تھا۔اور جس قافلے کا نیچے اترنا مذکور ہے اس سے مراد ابوسفیان اور اس کا تجارتی قافلہ ہے۔

اطاعت رسول سے انکار کی سزا

قرآن کریم دین کی بنیاد ہے۔اگر کوئی شخص سنت کا انکار کرتا ہے تو لامحالہ یہ قرآن کا بھی انکار کرتا ہے اس لئے کہ قرآن کریم کا کلام اللہ ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ہی ثابت ہے اور آپ کے ارشاد کا تعلق اسی سنت سے ہے جو منکرین حدیث کے نزدیک معتبر نہیں۔پس سنت کے انکار کا اصل مقصد دین کی بنیاد کو منہدم کرنا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس (قرآن) کی طرف جو اللہ نے اتارا ہے اور رسول کی طرف آؤ تو آپ منافقوں کو دیکھیں گے کہ وہ آپ سے کترا رہے ہیں۔(۶۳)

اس آیت میں واضح طور پر بتا دیا گیا ہے کہ باہمی تنازعات کے وقت آنحضرت ﷺ کے فیصلے سے اعراض کرنا کسی مسلمان کا کام نہیں۔ایسا کرنے والا منافق ہی ہوسکتا ہے۔جب ان منافقوں کو جو اسلام کا دم بھرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی طرف بلایا جاتا ہے تو یہ آپ کی طرف سے منہ موڑ کر دوسروں کی طرف راغب ہو جاتے ہیں تاکہ ان کو رشوت دے کر ان سے اپنے حق میں فیصلہ کرالیں۔ایک اور جگہ ارشاد ہے:

بے شک اللہ جانتا ہے جو تم میں آنکھ بچا کر نکل جاتے ہیں۔پس جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ ان پر کوئی آفت

۶۲۔الانفال:۴۲ ۶۳۔النساء:۶۱

آ جائے یا ان کو کوئی دردناک عذاب پہنچے۔(۶۴)

یہاں منافقوں کا حال بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو آپ ﷺ کی مجلس سے دوسروں کی آڑ لے کر چپکے سے کھسک جاتے ہیں۔سو ایسے لوگوں کو اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ کہیں پیغمبر کے حکم کی خلاف ورزی پر دنیا ہی میں ان پر کوئی مصیبت نہ آ پڑے یا آخرت میں ان کو دردناک عذاب سے سابقہ پڑے۔اور ارشاد ہے:

جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے تو وہ کہیں گے کہ کاش ہم نے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی ہوتی۔اور وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! بے شک ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت کی سو انہوں نے ہمیں گمراہ کر دیا۔اے ہمارے رب (اب) تو ان کو دوگنا عذاب دے۔(۶۵)

پس جس طرح گوشت بھونتے کے وقت گوشت کو الٹ پلٹ کیا جاتا ہے اسی طرح قیامت کے روز آگ کے اندر کافروں کے چہروں کو الٹ پلٹ کیا جائے گا۔اس وقت وہ تمنا کریں گے کاش انہوں نے دنیا میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی ہوتی۔کاش وہ مسلمان ہوتے۔پھر وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کو حق پر سمجھ کر ان کی اطاعت کی اور ان کے کہنے پر چلتے رہے۔ہمیں تو اب پتا چلا کہ وہ خود بھی گمراہ تھے اور انہوں نے ہمیں بھی گمراہ کیا اور سیدھے راستے سے بھٹکایا۔اے ہمارے رب! اب تو بھی ان کو دوگنا عذاب دے۔ایک تو ان کے گمراہ ہونے کا اور دوسرا ہمیں گمراہ کرنے کا اور ان پر بدترین لعنت فرما۔(۶۶)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا ہونے سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جس کو تم پسند کرتے ہو، تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (عذاب) بھیج دے اور اللہ فاسق قوم کو

۶۴۔النور:۶۳ ۶۵۔الاحزاب:۶۶ تا ۶۸ ۶۶۔ابن کثیر/التفسیر/عیسیٰ بابی الحلبی، مصر/ج ۳، ص ۵۱۹

ہدایت نہیں دیتا۔(۶۷)

پس اگر تمہیں اپنے ماں باپ، بیٹے، بھائی، اموال تجارت اور مکان وغیرہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو پھر کافروں کے ساتھ تم بھی عذاب برداشت کرنے کے لئے تیار رہو۔ پھر جو حال ان کا ہوگا وہی تمہارا بھی ہوگا۔ قرآن کریم میں ایک اور جگہ ارشاد ہے:

> اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرنی کرے گا اور اس کی (مقرر کی ہوئی) حدود سے تجاوز کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔(۶۸)
>
> اور جو کوئی ہدایت ظاہر ہونے کے بعد بھی رسول کی مخالفت کرے گا اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستے پر چلے گا تو ہم بھی اس کو اسی راستے پر چلائیں گے اور ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔ (۶۹)

پس ہر شخص کو اپنے نفس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہئے جس کے پاس سب کو لوٹ کر جانا ہے اور ان آیات کو پڑھ کر اس کے رونگٹے کھڑے ہو جانے چاہئیں کہ کہیں مذکورہ بالا صفات کے حاملین اور اللہ اور اس کے رسول کے نافرمانوں میں اس کا بھی انتخاب نہ ہو جائے۔

گزشتہ دو ماہ کے دوران دو بڑی شخصیات ہمیں داغ مفارقت دے گئیں، پہلے حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی محمد مظہر بقار رحمہ اللہ ۲۰ اگست ۲۰۰۵ء کو دار فنا سے دار بقا روانہ ہوئے، پھر ۲۵ ستمبر ۲۰۰۵ء کو حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں رحمہ اللہ بھی انتقال فرما گئے۔ دونوں بزرگ السیرہ کے بھی سرپرست تھے، قارئین سے دونوں حضرات کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے لئے دعاؤں کی درخواست ہے۔ ادارہ

۶۷۔التوبہ:۲۴ ۶۸۔النساء:۱۴ ۶۹۔النساء:۱۱۵